بھی ہوتی ہے کہ بکریاں اور دُنبے ملائے جاتے ہیں۔ حالانکہ دونوں الگ الگ جنسیں ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ حدیث میں دفی الغنم، کا لفظ آیا ہے جو دونوں کو شامل ہے پس اس طرح فیما سقت السماء کو سمجھ لینا چاہیئے۔

زیرہ۔ دھنیا۔ پیاز میں عشر

سوال:۔ زیرہ۔ دھنیا۔ پیاز میں عشر ہے یا نہیں؟

جواب:۔ راجح مذہب یہی ہے کہ خضراوات میں عشر نہیں۔ کیونکہ اس حدیث کے طرق بہت ہیں سب مل کر حسن کے درجہ کو پہنچ جاتی ہے۔ اور خضراوات وہ ہے جو ذخیرہ نہ ہوسکے۔ زیرہ اور روئی خضراوات میں داخل نہیں۔ کیونکہ ان کا ذخیرہ ہوسکتا ہے۔ اسی طرح دھنیا وغیرہ ہے۔ البتہ۔ پیاز۔ لہسن۔ آلو وغیرہ خضراوات میں داخل ہیں۔ اگرچہ کچھ مدت تک رکھے جاسکتے ہیں مگر بڑی تدبیر سے اور وہ بھی نصف۔ تہائی۔ چوتھائی رہ جاتے ہیں۔ ذخیرہ کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ فصل تک آسانی سے محفوظ رہ سکے۔ سو یہ ایسے نہیں اس لئے یہ خضراوات ہیں۔

عبداللہ امرتسری روپڑی حال لاہور ماڈل ٹاؤن سی بلاک کوٹھی نمبر ۱۱۹

۳۰ شوال ۱۳۷۲ھ ۱۲ جولائی ۱۹۵۳ء

روزہ کا بیان

رؤیت ہلال

سوال:۔ کتنے گواہ ہوں کہ روزہ کے بارہ میں ان کی رؤیت کا اعتبار ہوسکتا ہے۔

جواب:۔ حدیث میں ہے۔

(۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي رَأَيْتُ الْهِلَالَ يَعْنِي هِلَالَ رَمَضَانَ فَقَالَ أَتَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ أَتَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ يَا بِلَالُ أَذِّنْ فِي النَّاسِ أَنْ يَصُومُوا غَدًا رواه ابو داؤد والترمذی والنسائی وابن ماجة والدارمی (مشکوٰۃ)

یعنی ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ کہا میں نے چاند دیکھا ہے یعنی رمضان کا چاند آپ نے فرمایا کہ تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالٰے کے سوا کوئی پوجا کے لائق نہیں۔ اس نے کہا ہاں۔ کہا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ محمد اللہ تعالٰے کا رسول ہے؟ اس نے کہا۔ ہاں آپ نے فرمایا اے بلال لوگوں میں اعلان کر دے کہ کل روزہ رکھیں۔

۲۔ عن ابن عمر رضؓ قال تراءی الناس الھلال فاخبرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی رایتہ فصام وامر الناس بصیامہ رواہ ابو داؤد والدارمی (مشکوٰۃ)

عبداللہ بن عمر رضؓ نے کہا لوگ چاند دیکھنے لگے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ میں نے بھی چاند دیکھا ہے میری خبر پر آپ نے خود بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

۳۔ عن ربعی بن خراش عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اختلف الناس فی اخر یوم من رمضان فقدم اعرابیان فشھدا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللہ لاھلا الھلال امس عشیۃ فامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الناس ان یفطروا رواہ احمد وابوداؤد وزاد فی روایۃ وان یغدوا الی مصلاھم (منتقی الاخبار)

یعنی اخیر رمضان میں عید کے چاند میں لوگوں کا اختلاف ہوا۔ پس دو اعرابی آئے۔ انہوں نے کہا خدا کی قسم ہم نے کل چاند دیکھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ روزہ افطار کریں اور صبح عیدگاہ کی طرف نکلیں۔

۴۔ عن عبدالرحمٰن بن زید بن الخطاب انہ خطب فی الیوم الذی شک فیہ فقال الا انی جالست اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسألتھم وانھم حدثونی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال صوموا الرؤیتہ وافطروا الرؤیتہ وانسکوا لھا فان غم علیکم فاتموا ثلثین یوما فان شھد شاھدان مسلمان فصوموا وافطروا رواہ احمد ورواہ النسائی ولم یقل فیہ مسلمان۔

عبدالرحمٰن بن زید نے اس دن خطبہ پڑھا جس میں لوگوں کو شک ہو گیا فرمایا میں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی مجالس کی ہیں اور ان سے سوال وجواب کیا ہے۔ انھوں نے مجھے حدیث سنائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور دیکھ کر افطار کرو اور اس کی رؤیت کے مطیع رہو۔ اگر چاند پوشیدہ ہو جائے تو تیس دن کی گنتی پوری کرو۔ اگر دو مسلمان اس کی رؤیت کی گواہی دیں تو ان کی شہادت سے روزے رکھو اور افطار کرو۔ اس کو احمدؒ نے روایت کیا ہے اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے مگر اس میں مسلمان کا لفظ نہیں۔

۵- وعن امیر مکۃ الحارث بن حاطب قال عهد الینا رسول الله صلی الله علیه وسلم ان ننسك للرؤیة فان لم نره وشهد شاهدا عدل نسکنا بشهادتهما رواہ ابوداؤد والدارقطنی وقال هذا اسناد متصل صحیح (منتقی الاخبار)

یعنی امیر مکہ حارث بن حاطب سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں وصیت کی کہ رؤیت کے مطیع رہیں اگر چاند نظر آجائے تو دو عادل شخصوں کی گواہی پر عمل کریں۔

عید اور روزہ کے چاند میں فرق

ان روایتوں سے کئی مسائل معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ رمضان کے چاند اور عید کے چاند میں فرق ہے عید کے چاند کے لئے دو کی شہادت ہونی چاہیئے رمضان کے لئے ایک کی شہادت کافی ہے۔

نمبر چار کی حدیث میں اگرچہ دو کی شہادت کا ذکر ہے لیکن نمبر ا و نمبر ۲ کی احادیث میں چونکہ ایک کی شہادت بھی آگئی ہے اس لئے ایک بھی کافی ہے۔ اگر عید کے چاند کے لئے بھی کسی روایت میں ایک کی شہادت آجاتی تو اس پر بھی عمل جائز ہوتا مگر جہاں تک ہمیں علم ہے کوئی ایسی روایت نہیں آئی نیز عبادت ایک بوجھ ہے اس کی شہادت میں کوئی خوشی نہیں کہ شبہ کا احتمال ہو بخلاف عید کے چاند کے کہ عید ہونے کی وجہ سے اس میں شبہ ہے اس لئے شہادت میں دو کا عدد مناسب ہے۔

مسلمان کی شہادت

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ شہادت مسلمان کی معتبر ہے۔ غیر مسلم کی شہادت کا اعتبار نہیں۔ نیز عادل ہونا شرط ہے۔

تار برقی اور ٹیلیفون

اور اسی سے تار برقی اور ٹیلیفون کا حکم بھی معلوم ہو گیا۔ ٹیلیفون کے ذریعہ بات کرنے والا اگر مسلمان

ہے۔ شرع کا پابند ہے تو اس کی شہادت معتبر ہے ورنہ نہیں۔ اور تار برقی کی خبر میں چونکہ کئی واسطے پڑتے ہیں جن کا علم نہیں ہوتا کہ مسلمان ہے یا غیر مسلم۔ اگر مسلمان ہے تو عادل (شرع کا پابند) ہے یا نہیں۔ اس لئے اس کا مطلقاً اعتبار نہیں۔ ہاں اگر تاروں کے ذریعہ سے خبر پہنچے جو حد تواتر کو پہنچ جائیں تو اس وقت واسطہ خواہ کیسا ہی ہو خبر معتبر ہوگی۔ کیونکہ تواتر میں واسطے کے حال کو نہیں دیکھا جاتا۔ چنانچہ اصولِ حدیث میں یہ ثابت ہو چکا ہے اور تواتر کے لئے کوئی حد مقرر نہیں بلکہ جتنے عدد سے علم یقین ہو جائے وہی تواتر ہوگا۔ سو کسی جگہ زیادہ تعداد سے یقین ہوتا ہے کسی جگہ تھوڑی تعداد سے۔ سو جتنی تاروں کے ذریعہ سے علم یقینی ہو جائے اور شبہ اور احتمال کی گنجائش نہ رہے اتنی تعداد کا اندازہ کر لینا چاہیئے۔ اور تعداد سے مراد یہ ہے کہ متعدد جگہ سے متعدد شخص تار دیں۔ نہ یہ کہ ایک ہی شخص بار بار تار دے۔

ان احادیث سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ اگر چاند نظر نہ آئے نہ کوئی شہادت ہو تو تیس کی تعداد پوری کر لینی چاہیئے۔ اگر کوئی ایسی شہادت گذرے جو شرعاً معتبر نہیں تو ایسے موقعہ پر شہادت دینے والا خواہ واقعہ میں سچا ہے اس کو اپنی رویت پر عمل نہ کرنا چاہیئے بلکہ باقی لوگوں سے موافقت کرے۔ جس دن وہ روزہ رکھیں اُس دن روزہ رکھے جس دن افطار کریں اُس دن افطار کرے بلکہ عید الاضحیٰ کا بھی یہی حکم ہے۔ حدیث میں ہے۔

الصوم یوم تصومون والیوم یوم تفطرون والاضحی یوم تضحون (ترمذی)

یعنی روزہ کا دن وہی ہے جس دن تم روزہ رکھو۔ اور افطاری کا دن وہی ہے جس دن تم افطاری کرو۔ اور قربانی کا دن وہی ہے جس دن تم قربانی کرو۔

عید کی نماز دوسرے دن

ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ اگر پہلے دن عید کا موقعہ نہ ہوا اور رویت ہلال کی خبر دیر سے ملی تو عید دوسرے روز بھی ہو سکتی ہے جیسے نمبر ۳ کی حدیث میں جملہ وان یغدو الی مصلاھم سے ظاہر ہے یہ جملہ اگرچہ صریح نہیں مگر مسئلہ درست ہے کیونکہ اس کی بابت ایک صریح روایت بھی آئی ہے مشکوۃ میں ہے۔

ان رکبا جاؤا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یشھدون انھم رأوا الھلال بالامس فامرھم ان یفطروا واذا اصبحوا ان یغدوا الی مصلاھم (رواہ

ابوداؤد والنسائی۔

یعنی کئی سوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے انہوں نے گواہی دی کہ انہوں نے کل چاند دیکھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ روزہ افطار کریں۔ اور جب صبح کریں تو عیدگاہ کی طرف نکلیں۔

اس حدیث میں عید کا دوسرے دن پڑھنا صراحتہ مذکور ہے مگر یہ ذکر نہیں کہ وہ سوار کس وقت آئے تھے۔ نہ یہ تصریح ہے کہ یہ حکم سب لوگوں کو تھا یا صرف سواروں کو تھا۔ منتقی میں ایک اور روایت آئی ہے اس میں ذکر ہے کہ سوار دن کے اخیر حصہ میں آئے اور اس بات کی بھی تصریح ہے کہ لوگوں کو حکم دیا۔ وہ حدیث یہ ہے کہ عمیر بن انس اپنے کئی چچوں سے روایت کرتے ہیں کہ عید کا چاند ہم پر مشتبہ ہوگیا۔ صبح کو ہم نے روزہ رکھا۔ پس آخر حصہ دن میں کئی سوار آئے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گواہی دی کہ ہم نے کل چاند دیکھا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے افطار کا حکم دیا اور فرمایا کل عید کے لئے نکلیں۔

ایک ملک کی دوسرے ملک کے لئے رویت

سوال:۔ بمبئی میں چاند کی رویت ہمارے اہل پنجاب کے لئے کافی ہے؟

جواب:۔ ایک روایت میں ہے۔

عن کریب ان ام الفضل بعثته الی معاویة بالشام فقال قدمت فقضيت حاجتها واستهل علی رمضان وانا بالشام فرايت الهلال ليلة الجمعة ثم قدمت المدينة فی اخر الشهر فسالنی عبد الله بن عباس ثم ذكر الهلال فقال متی رايتم الهلال فقلت رايناه ليلة الجمعة فقال انت رايته فقلت نعم وراه الناس وصاموا وصام معاوية فقال لكنا رايناه ليلة السبت فلا نزال نصوم حتی نكمل ثلثين او نراه فقلت الا تكتفی برؤية معاوية وصيامه فقال لا هكذا امرنا رسول الله صلی الله عليه وسلم رواه الجماعة الا البخاری وابن ماجة۔

یعنی کریبؓ سے روایت ہے کہ ام الفضل رضہ نے مجھے معاویہ کی طرف ملک شام میں بھیجا۔ میں نے ام الفضل کا کام کیا۔ رمضان کا چاند مجھے شام ہی میں چڑھ گیا۔ جمعرات کو میں نے خود دیکھا۔ پھر آخر رمضان مدینہ آیا۔ ابن عباسؓ نے مجھ سے وہاں کا حال، پوچھا۔ پھر چاند کا ذکر کیا۔ میں نے کہا کہ ہم نے چاند جمعرات کو دیکھا ہے فرمایا کہ تو نے خود دیکھا ہے ؟ کہا میں نے بھی اور دوسرے لوگوں نے بھی دیکھا ہے اور سب نے روزہ رکھا اور معاویہؓ نے بھی روزہ رکھا۔ فرمایا ہم نے تو ہفتہ کی رات کو دیکھا ہے۔ ہم اسی طرح روزے رکھتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ تیس کی گنتی پوری ہو جائے یا چاند اس سے پہلے دیکھ لیں۔ میں نے کہا آپ معاویہ رضہ کی رویت اور ان کے روزہ کے ساتھ کفایت نہیں کرتے ؟ کہا نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اسی طرح حکم دیا ہے۔

امام نووی رحہ اس حدیث کی شرح میں ان لوگوں پر رد کرتے ہیں جو کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے کریب کی خبر پر اس لئے عمل نہیں کیا کہ ان کے نزدیک ایک شہادت معتبر نہیں۔ فرماتے ہیں۔

لکن ظاهر حديثه انه يرده لهذا و انما رده لان الرواية لا يثبت حكمها في حق البعيد ۔۔

یعنی ابن عباسؓ کی حدیث کا ظاہر اس کو چاہتا ہے کہ ایک کی شہادت ہونے کی وجہ سے رد نہیں کیا بلکہ اس وجہ سے رد کیا کہ دور والوں کے حق میں حکم رویت ثابت نہیں ہوتا۔

امام نوویؒ نے جو کچھ کہا ہے ٹھیک کہا ہے۔ کیونکہ کریب نے جب کہا کہ آپ معاویہ کی رویت پر اعتبار نہیں کرتے تو ابن عباسؓ نے فرمایا نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اسی طرح فرمایا ہے معاویہؓ چونکہ شام میں تھے تو اس کا مطلب یہی تھا کہ دور والے کی شہادت معتبر نہیں تو یوں کہیئے کہ معاویہ کی شہادت تو معتبر ہے لیکن ذریعہ پہنچنے کا صرف ایک ہے۔ اس لئے معاویہؓ کی شہادت اور دیگر لوگوں کی شہادت درحقیقت تیری شہادت ہے جو اکیلے کی شہادت ہے۔

نیز ہلال رمضان کے لئے ایک کی شہادت معتبر ہے اور خود ابن عباس رضہ اس حدیث کے راوی ہیں۔ چنانچہ اوپر جو اعرابی کی حدیث گذر چکی ہے جس میں اعرابی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اتشهد ان لا الہ الا اللہ وہ ابن عباس ہی کی حدیث ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ ابن عباس رضہ کے رد کرنے کی وجہ یہ نہ تھی کہ ایک کی شہادت تھی بلکہ دور کی شہادت تھی۔ اس لئے رد کر دی پھر اس کی نسبت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی۔ پس یہ مسئلہ پختہ ہو گیا کہ دُور کی روایت کافی نہیں۔

دُور کی حد

رہی یہ بات کہ دُور کی حد کیا ہے۔ بعض نے کہا کہ اختلاف مطلع کا اعتبار ہے۔ مگر امام شوکانی رحمہ اللہ نے نیل الاوطار میں کہا ہے کہ شام اور مدینہ کے مطلع میں اختلاف نہیں تو اختلاف مطلع کا قول ٹھیک نہیں۔ بعض نے کچھ اور کہا ہے۔ مگر راجح یہ ہے کہ ایک ملک کی شہادت دوسرے ملک کے لئے کافی نہیں۔ کیونکہ شام دوسرا ملک ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے دوسرا ملک ہونے کی وجہ سے اعتبار نہیں کیا۔ نیز اُوپر جو حدیث گزر چکی ہے۔ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سواروں کے آنے کا ذکر ہے۔ اس میں یہ بھی ذکر ہے کہ جس دن سواروں نے چاند دیکھا اس سے اگلے دن آخر حصہ میں آتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ایسے معاملہ میں حتی تا تاخیر نہیں کی جاتی بلکہ خبر پہنچانے میں جلدی کی جاتی ہے اور اہلِ عوالی (جو مدینہ سے اُوپر کی طرف آباد تھے) اکثر جمعہ عید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھا کرتے تھے۔ اور کئی ان سے مدینہ سے آٹھ آٹھ کوس کے فاصلہ پر تھے۔ اگر اس حد میں یا اس کے قریب اردگرد چاند دیکھا جاتا تو ان کے آنے میں اتنی تاخیر نہ ہوتی کہ چاند دیکھنے کے دُوسرے دن آخر حصہ دن میں پہنچے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خاصی دُور سے آتے تھے۔ پھر ان کا سوار ہونا بھی اس کا مؤید ہے۔ پس جب باوجود خاصی دُور سے آنے کے اُن کی شہادت مان لی تو یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ دُور والے کی شہادت مطلقاً معتبر نہیں خواہ تھوڑی دُور ہو یا زیادہ دُور ہو تو آخر یہی بات ٹھہری کہ ایک ملک کی شہادت دوسرے ملک والوں کے لئے معتبر نہیں۔ جیسے شام دوسرا ملک تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کی روایت مدینہ والوں کے لئے کافی نہ سمجھی۔ رہا سرحدوں کا معاملہ تو بسبب قرب کے وہ ایک ہی ہیں؟ جب ایک جگہ دوسری جگہ سے اتنی دُور ہو کر رویت ہلال میں فرق پڑ سکتا ہو تو اس صورت میں ایک جگہ کی رویت کا دوسری جگہ اعتبار نہیں ہوگا۔ بمبئی سے یہاں کے مطلع کا کافی فرق ہے اور بمبئی کا علاقہ ملک بھی دوسرا ہے۔ اس لئے بمبئی کی رویت سے ہم پر روزہ ضروری نہیں بلکہ مناسب بھی نہیں۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

دن میں چاند نظر آ جائے تو روزہ کا حکم

سوال: اگر چاند ۲۹ رمضان کو نظر نہ آئے اور کسی کو ۳۰ رمضان کو آفتاب کے غروب ہونے سے

پہلے نظر آجائے تو کیا اسی وقت روزہ افطار کر سکتا ہے۔

(ابو محمد اسماعیل لدھیانہ)

جواب:۔ قرآن مجید میں ہے۔

فمحونا آیۃ اللیل وجعلنا آیۃ النہار مبصرۃ

یعنی ہم نے رات کی نشانی کو مٹا دیا اور دن کی نشانی کو روشن کر دیا

رات کی نشانی سے مراد چاند ہے اور دن کی نشانی سے مراد آفتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چاند کی روشنی گم کر دی ہے اور اس میں سیاہی ڈال دی ہے۔ اس لئے فرمایا کہ ہم نے رات کی نشانی کو مٹا دیا ہے۔ پس جب چاند رات کی نشانی ہے تو اس کا دن میں دیکھنا معتبر نہیں بلکہ رات میں غروب آفتاب کے بعد دیکھنا معتبر ہے۔ اس وقت سے ماہ اول کا ختم ہونا اور ماہ ثانی کی ابتدا نہیں ہوتی۔ تو مہینہ ختم ہونے کے بغیر افطار کس طرح جائز ہوگا۔ قرآن مجید میں ہے فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ۔ جو ماہ رمضان میں حاضر ہو یعنی سفر میں نہ ہو وہ اس ماہ کے روزے رکھے۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ سارے رمضان کے روزے رکھے۔ کیونکہ رمضان ابھی ختم نہیں ہوا اس نے پہلے ہی افطار کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر تیس شعبان کو دن میں رمضان کا چاند نظر آجائے تو دیکھنے کے وقت سے روزہ شروع نہیں ہو جاتا۔ اگر دن میں دیکھنے کا اعتبار ہوتا تو چاہیے تھا کہ جب سے دیکھا ہے اس وقت سے مغرب تک روزہ ہوتا۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ پہلے مہینہ کا ختم ہونا اور دوسرے کی ابتداء رات کے وقت چاند دیکھنے سے ہے نہ دن کے وقت۔ اس لئے حدیث میں ہے

الشہر تسع وعشرون لیلۃ فلا تصوموا حتی تروہ فان غم علیکم فاکملوا العدۃ (متفق علیہ، مشکوۃ باب رویۃ الہلال)

مہینہ ۲۹ کا بھی ہوتا ہے چاند دیکھے بغیر نہ روزہ رکھو۔ اگر ۲۹ کو چاند نظر نہ آئے تو تیس کی گنتی پوری کرو۔

مشکوۃ کے اسی باب میں ہے ابو البختری کہتے ہیں کہ ہم عمرہ کے لئے نکلے جب موضع نخلہ میں پہنچے تو چاند دیکھا۔ بعض نے کہا کہ تیسری تاریخ کا ہے۔ بعض نے کہا دوسری تاریخ کا ہے۔ ہم ابن عباسؓ کو ملے تو فرمایا کہ تم نے کس رات کو دیکھا ہے؟ ہم نے جواب دیا فلاں رات کو۔ فرمایا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کی مدت اس کی رویت ہے۔ اور ایک روایت میں ہے ابوالبختری کہتے ہیں۔ ہم نے موضع ذات عرق میں (جو بطن نخلہ کے قریب ہے) رمضان کا چاند دیکھا۔ ہم نے پوچھنے کے لئے ابن عباس کے پاس آدمی بھیجا۔ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدا نے اس کی مدت اس کی رویت مقرر کی ہے۔ اگر ۲۹ کو نظر نہ آئے تو تیس کی گنتی پوری کرو۔ ایک اور حدیث میں ہے جو مسلم وغیرہ میں ہے۔ کریب کہتے ہیں۔ ام الفضل نے مجھے معاویہ کی طرف ملک شام میں بھیجا۔ میں نے ام الفضلؓ کا کام کیا۔ رمضان کا چاند مجھے شام ہی میں چڑھ گیا۔ جمعرات کو میں نے خود دیکھا۔ پھر اخیر رمضان میں مدینہ آیا۔ ابن عباس نے مجھے وہاں کا حال پوچھا۔ پھر چاند کا ذکر کیا۔ میں نے کہا ہم نے جمعرات کو دیکھا ہے فرمایا تو نے خود دیکھا ہے۔ کہا ہاں۔ میں نے بھی اور دوسرے لوگوں نے بھی دیکھا ہے۔ اور سب لوگوں نے روزہ رکھا۔ اور معاویہ نے بھی روزہ رکھا۔ فرمایا ہم نے ہفتہ کی رات کو دیکھا ہے ہم اسی طرح روزے رکھتے رہیں گے یہاں تک کہ تیس کی گنتی پوری ہو جائے۔ یا چاند اس سے پہلے دیکھ لیں۔ میں نے کہا آپ معاویہؓ کی رویت اور ان کے روزہ رکھنے کے ساتھ کفایت نہیں کرتے؟ فرمایا نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس طرح حکم دیا ہے کہ ایک ملک کے لئے دوسرے ملک کی شہادت معتبر نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ چاند کا اعتبار رات سے ہے۔ اگر ۲۹ کو نظر نہ آئے تو تیس کی گنتی پوری کرنی پڑتی ہے۔ دن کے دیکھنے کا اعتبار نہیں۔

عبداللہ امرتسری از روپڑ

۲۰ صفر ۱۳۵۲ھ ۱۵ جون ۱۹۳۳ء

مشکوک دن کا روزہ رکھنے کے بعد
چاند دیکھنے کی یقینی شہادت کا ملنا

سوال: مشکوک دن کا روزہ رکھنے کے بعد چاند دیکھنے کی یقینی شہادت مل جائے تو پھر رکھے ہوئے روزہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: مشکوۃ کتاب العلم میں ہے۔

عن جندب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال فی القرآن

برأیه فاصاب فاخطأ رواہ الترمذی وابوداؤد۔

یعنی جو شخص قرآن میں اپنی رائے سے کہتا ہے پس وہ صواب کو پہنچا تو یقیناً اس نے خطا کی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا جب ابتداء چیز کی جرم ہو تو صحیح ہونے سے وہ معاف نہیں ہوتا۔ مثلاً کوئی شخص کسی عورت کے پاس گیا۔ اور وہ سمجھتا ہے کہ وہ غیر ہے اس سے صحبت کر لی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ اس کی بیوی ہے تو وہ قصور سے بری نہیں ہو سکتا۔ ایسے ہی اس کے برعکس اپنے دل میں یہ سمجھ کر کہ یہ میری بیوی ہے اگر صحبت کر لے اور وہ غیر عورت نکل آئے تو اس سے وہ مجرم قرار دیا نہیں جا سکتا ایسا ایک واقعہ امام ابو حنیفہ کے زمانہ میں ہوا۔ دو بہنوں کی شادی دو بھائیوں سے ہوئی۔ رخصتی کے وقت غلطی سے ہر ایک کی منکوحہ دوسرے کے گھر میں بھیج دی گئی تو اس سے وہ مجرم نہیں قرار دیئے گئے کیونکہ اُن کی نیت بخیر تھی۔ بہت سے مسائل ایسے ہیں اُن میں نیت کا اثر بھی عمل پر پڑتا ہے۔ یعنی نیکی گناہ ہو جاتی ہے اور گناہ نیکی بن جاتا ہے۔ صورت مسئولہ میں روزہ صحیح ہو جائے گا جیسے حدیث مذکور میں تفسیر غلط نہیں ہوگی۔ تفسیر کرنے والا گنہگار ہوگا۔ ایسے ہی یہ روزہ صحیح ہو جائے گا لیکن ایسا روزہ رکھنے والا گنہگار ہوگا۔

عبد اللہ امرتسری روپڑی یکم رمضان سنہ ۱۳۸۰ھ

رویت چاند کے متعلق دو متضاد فتوے اور ان پر محاکمہ

سوال:۔ مطلع بالکل صاف تھا۔ چاند دیکھنے کی ہر چند کوشش کی گئی مگر ملک کے کسی گوشہ میں چاند نہیں دیکھا گیا۔ اور حکومت کی طرف سے بھی اعلان ہو گیا کہ چاند نظر نہیں آیا۔ لاہور کے دو مذہبی اداروں کی طرف سے روزنامہ کوہستان لاہور میں دو متضاد قسم کے فتاوی شائع ہوئے ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

بریلوی مرکز کا فتوی

جمعیت حزب الاحناف کے صدر مولانا ابو البرکات نے رویت ہلال کا اعلان کر دیا اور بتایا کہ چار افراد نے جن میں دو مرد اور دو عورتیں شامل ہیں۔ رویت ہلال کی شہادت دی۔ جس بناء پر مولانا ابو البرکات کے فیصلہ کا اعلان شہر کے بیشتر محلوں میں منادی کے ذریعہ کرایا گیا۔ اس پر بہت سے

لوگوں نے نماز تراویح پڑھی۔

دیوبندی فتویٰ

جامعہ اشرفیہ لاہور کی طرف سے اس سلسلہ میں بتایا گیا کہ آج مطلع بالکل صاف تھا اس لئے دو تین آدمیوں کی گواہی پر فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ اس ضمن میں رویت ہلال کے مسئلہ پر مولانا اشرف علی تھانوی کا حسب ذیل فتویٰ پیش کیا گیا جو بہشتی زیور جلد ۳ صفحہ پر درج ہے۔

اگر آسمان بالکل صاف ہو تو دو چار آدمیوں کے کہنے اور گواہی دینے سے چاند ثابت نہ ہوگا۔ چاند رمضان المبارک کا ہو چاہے عید کا۔ البتہ اتنی کثرت سے لوگ اپنا چاند دیکھنا بیان کریں کہ دل گواہی دینے لگے کہ سب کے سب بات بنا کر نہیں آئے اور اتنے لوگوں کا چاند دیکھنا غلط نہیں ہو سکتا۔ تب چاند دیکھنا ثابت ہوگا ورنہ نہیں۔

ان ہر دو فتاویٰ پر تبصرہ فرمائیں کہ ان میں سے کونسا فتویٰ صحیح ہے؟

محاکمہ

جواب:۔ یہ مسئلہ ایک مشہور حدیث سے حل ہو جاتا ہے جو صحاح ستہ وغیرہ میں موجود ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

صوموا لرویته وافطروا لرویته

یعنی چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر ہی روزے رکھنے بند کرو۔

اسی حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

فان غم علیکم فاکملوا عدة شعبان ثلثین (مشکوٰۃ)

اگر چاند تم پر پوشیدہ ہو جائے۔ یعنی بادل یا غبار کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے تو پھر ماہ شعبان کے تیس دن پورے کرو۔

اس حدیث کا یہ مفہوم نہیں کہ تمام مسلمان چاند دیکھیں تو روزہ رکھنا ضروری ہوگا ورنہ نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ بعض کا چاند دیکھنا بھی روزہ کے لئے کافی ہوگا۔ چنانچہ دوسری حدیث میں صراحت ہے۔ یعنی ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو روزہ رکھنے کا ارشاد فرمایا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ رمضان کے چاند کے لئے ایک شخص کی رویت بھی کافی ہے اور یہ بھی شرط نہیں کہ مقامی لوگوں سے کوئی شخص چاند دیکھے بلکہ باہر کی رویت کافی ہے۔ اس حدیث میں یہ تصریح نہیں کہ اس دن مطلع صاف تھا یا نہیں۔ لیکن بظاہر یہ امر بہت بعید ہے کہ مطلع صاف ہونے کے باوجود اہلِ مدینہ سے کوئی چاند نہ دیکھ سکے اور صرف باہر کا اعرابی دیکھ لے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اعرابی نے چاند دیکھنے کی شہادت دی۔ مطلع صاف نہیں تھا۔ اس بنا پر بعض شارحین (مصنف تحفۃ الاحوذی) وغیرہ نے وَكَانَ مُتَغَيِّمًا بھی لکھا ہے (یعنی بادل کی وجہ سے اہلِ مدینہ چاند نہ دیکھ سکے۔ اور اس کی تائید ابوداؤد کی ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

عن الحسن فی رجل کان بمصر من الامصار فصام یوم الاثنین وشهد رجلان انهما رأيا الهلال ليلة الاحد فقال لا يقضي ذالك اليوم الرجل ولا اهل مصر الا ان يعلموا ان اهل مصر من امصار المسلمين قد صاموا يوم الاحد فيقضونه۔

حسن بصری سے ایک ایسے شخص کی بابت روایت ہے جو کسی شہر میں رہتا تھا۔ اس نے سوموار کو روزہ رکھا، اور دو آدمیوں نے شہادت دی کہ انہوں نے ہفتہ اور اتوار کی درمیانی شب کو چاند دیکھا ہے حسن بصری نے اس کے متعلق فرمایا کہ اس شخص پر یا شہر کے کسی دوسرے آدمی پر اتوار کے روزہ کی قضا نہیں ہے ہاں اگر یہ معلوم ہو جائے کہ کسی دوسرے شہر کے باشندوں نے بھی اتوار کے دن ہی روزہ رکھا تو اس صورت میں قضا دینی پڑے گی۔

حسن بصریؒ کا یہ فرمان اسی صورت میں صحیح ہو سکتا ہے کہ مطلع صاف ہو ورنہ اعرابی والی مذکورہ حدیث کی مخالفت لازم آئے گی۔ کیونکہ اس میں صاف ذکر ہے کہ رمضان کے چاند کے لئے ایک شخص کی رویت کافی ہے۔ لیکن یہاں دو آدمیوں نے رویت چاند کی شہادت دی۔ باوجود اس کے حسن بصریؒ نے اس کو معتبر نہیں سمجھا۔

اس سے ثابت ہوا کہ مطلع صاف ہونے کی صورت میں ایک یا دو کی رویت کافی نہیں بلکہ اتنی تعداد ضروری ہے جس سے دل مطمئن ہو جائے کہ اتنے آدمی غلطی نہیں کر سکتے۔ لہٰذا جامعہ اشرفیہ والوں کا پیش کردہ فتویٰ صحیح اور درست ہے۔ اور صدر انجمن حزب الاحناف کا فتویٰ حدیث اور فقہ کے خلاف ہے۔

جب رویت چاند کی صحیح شہادت نہ ملے تو ایسے مشکوک دن کا روزہ رکھنا حدیث میں منع آیا ہے۔

شکی روزہ

اس قسم کا روزہ رکھنے والے بجائے ثواب حاصل کرنے کے اُلٹے مجرم اور گنہگار ہوں گے۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔

عن عمار بن یاسر قال من صام الیوم الذی یشک فیہ فقد عصی ابا القاسم صلی اللہ علیہ وسلم (مشکوٰۃ)

یعنی عمار بن یاسرؓ فرماتے ہیں۔ جس شخص نے مشکوک دن کا روزہ رکھا اُس نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔

دوسری حدیث میں ہے۔

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یتقدمن احدکم رمضان بصوم یوم او یومین (مشکوٰۃ)

یعنی تم میں سے کوئی شخص رمضان سے ایک دو دن پہلے روزہ نہ رکھے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی لاہور

۳ رمضان ۱۳۸۱ھ ۹ فروری ۱۹۶۲ء

روزہ کی نیت

سوال: آپ نے لکھا ہے کہ روزہ کی نیت جو آج کل رائج ہے وہ بدعت ہے بِصَوْمِ غَدٍ نَوَیْتُ۔ جو نیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے وہ تحریر فرمائیں۔

(فضل دین۔ محمد یعقوب پیپا وطنی)

جواب: یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ دل کی نیت کے ساتھ زبان کا اقرار بھی ضروری ہے جہاں جہاں آیا ہے وہیں اقرار کرنا چاہیئے۔ و بصوم غد نویت یہ لفظ حدیث اور کلام سلف میں نہیں آئے اور افطاری کے وقت یہ لفظ آئے ہیں۔ اللّٰھم لک صمت و علی رزقک افطرت۔

روزہ رکھنے کے وقت صرف سحری کھانا یعنی روزہ کی نیت کے لئے کافی ہے زبان سے کچھ کہنا اس

کی ضرورت نہیں۔ اس طرح بعض اور احکام ہیں، مثلاً قربانی کرنے کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر عنی وعن فلان کہہ دے تو یہ ثابت ہے جس کی طرف سے قربانی کرنی ہو اس کا نام لے دے۔ ایسے ہی حج کسی کی طرف سے کرنا ہو تو کہہ سکتا ہے لبیک عن فلان خلاصہ یہ کہ شریعت کے دائرے کے اندر رہنا چاہیئے۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا اس میں خیر ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

۱۵ رمضان ۱۳۸۳ھ ، ۷ فروری ۱۹۶۴ء

شب برات کا روزہ

سوال۔ ماہ شعبان کی چودھویں یا پندرہویں روزہ رکھنا یا تین روزے تیرھویں۔ چودھویں۔ پندرھویں تاریخ میں رکھنے جائز ہیں، یا نہیں۔ بعض کہتے ہیں یہ بدعت ہے۔ اور لفظ بدعت کی اصل تحقیق کیا ہے؟

جواب:۔ شبرات کا روزہ رکھنا افضل ہے۔ چنانچہ مشکوۃ وغیرہ میں حدیث موجود ہے۔ اگرچہ حدیث ضعیف ہے لیکن فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل درست ہے۔ ہر ماہ کی تیرھویں چودھویں پندرھویں کا روزہ بھی حدیث میں آیا ہے۔ بدعت کی تعریف رسالہ رد بدعات میں کی گئی ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی ۶ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ

حاملہ اور مرضعہ کو روزے کا حکم

سوال:۔ اگر حاملہ عورت روزہ نہ رکھ سکے تو وہ فدیہ دے یا قضائی کرے۔؟

محمد اسماعیل گرملہ شنکر

جواب:۔ حاملہ اگر بعد وضع حمل بچہ کو دودھ پلانے کے دنوں میں روزہ رکھ سکے تو بہتر ہے۔ ورنہ فدیہ دے دے۔ حدیث میں ہے۔ خدا تعالیٰ نے مرضعہ اور حاملہ سے روزہ اٹھا لیا ہے (مشکوۃ)

عبداللہ امرتسری روپڑی

۲۹ ذی قعدہ ۱۳۵۵ھ

کٹائی گندم ودیگر ایسے کاروبار کی وجہ سے روزہ کا افطار کرنا

سوال :- ماہ رمضان کے روزے چھوڑ کر فصل کی کٹائی یا اور سخت کام کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس صورت میں تارک الصیام کو کافر کہہ سکتے ہیں یا وہ مومن ہی رہتا ہے؟

جواب :- مسافر، بیمار، حاملہ، مرضعہ جو روزہ نہ رکھ سکے اور شیخ فانی وغیرہ کے سوا کسی کو افطار کی اجازت نہیں۔ اگر کٹائی گندم وغیرہ کی وجہ سے افطار جائز ہو تو امیروں کو گھر بیٹھے پہلے جائز ہونا چاہیئے کیونکہ ان کو طبیعت کے نازک ہونے کی وجہ سے گھر بیٹھے بھوک پیاس کا برداشت کرنا بہ نسبت زمینداروں کے زیادہ مشکل ہے۔ اگرچہ زمیندار کاروباری ہی ہوں۔ نیز مزدوری کا پیشہ زمیندارہ سے کم نہیں۔ ان کو بھی افطار کی اجازت ہونی چاہیئے۔ اس کے اندر لوہار، سنار، معمار وغیرہ آ سکتے ہیں۔ اب بتلایئے روزہ کون رکھے؟ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس سے کہیں زیادہ سخت کام ہوتے تھے۔ کیونکہ غریب لوگ تھے۔ محنت مشقت سے اپنا پیٹ پالتے تھے۔ زمیندارہ بھی آپ کے زمانہ میں تھا۔ خیر قرون میں بھی یہ معاملات پیش آتے رہے مگر کسی سے زمیندارہ کی وجہ سے افطار ثابت نہیں۔ پھر اگر ٹھنڈے ٹھنڈے کٹائی کر کے کٹی ہوئی فصل جمع کر لی جائے تو چنداں تکلیف بھی نہیں ہوتی۔ صرف اتنی بات ہے کہ چار روز زیادہ لگ جائیں گے لیکن اس کا کوئی حرج نہیں۔ دنیوی عذروں کی وجہ سے بھی تو کام آگے پیچھے ہو جاتے ہیں۔ اگر دین کے لئے چار روز بعد میں کام ہو گیا تو برداشت کرنا چاہیئے۔ اصل میں پہلے ہی دلوں میں دین کی محبت نہیں۔ لوگ حیلوں، بہانوں سے اللہ تعالےٰ کے فرض کو ٹالتے ہیں۔ ایسے لوگ واقعی کفر کی حد کو پہنچ جاتے ہیں۔ ہاں اگر کسی مولوی کے مسئلہ بتانے میں غلطی لگ گئی ہو تو اللہ تعالےٰ معاف کرنے والا ہے۔

عبد اللہ امرتسری روپڑی ۱۱ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ

ولی کے ذمہ روزہ کی قضا

سوال :- مسماۃ ہندہ مدت سے مرض دق میں مبتلا تھی۔ اس نے بمشکل تمام رمضان کا ایک روزہ رکھا۔ بقیہ رمضان المبارک میں اس نے روزہ نہیں رکھا۔ اور مرض روز بروز بڑھتا گیا۔ حتیٰ کہ اوائل صفر

میں اس کا انتقال ہوگیا۔ مریضہ کے جو روزے چھوٹ گئے ہیں۔ اُن کے بدلے میں اولیاء کو روزہ رکھنا یا فدیہ دینا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب نمبر ا

جو روزے چھوٹ گئے ہوں اُن کے عوض میں اولیاء کو روزہ رکھنا یا فدیہ دینا ضروری نہیں۔

قال اللہ تعالی فمن کان منکم مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر

یعنی مریض پر رمضان کا روزہ ضروری نہیں بلکہ جب مرض سے شفا ہو جائے تو قضاء واجب ہے۔

ہدایہ میں ہے۔

واذا مات المریض او المسافر وھما علی حالھما لم یلزمھما القضاء لانھما لم یدرکا عدۃ من ایام اخر الخ

یعنی جب مریض یا مسافر اپنی مرض اور سفر کی حالت میں ہوں اور وہ مر جائیں تو ان کو قضا لازم نہیں اس لئے کہ انہوں نے ایام اخر نہیں پائے۔

عون المعبود جلد ۲ صفحہ ۲۷۹ میں ہے۔

واتفق اھل العلم علی انہ اذا افطر فی المرض والسفر ثم لم یفرط فی القضاء حتی مات فانہ لا شئ علیہ ولا یجب الاطعام عنہ الخ۔

یعنی اہل علم کا اتفاق ہے کہ جب کوئی مریض اپنی مرض میں اور مسافر سفر میں روزہ نہ رکھے۔ پھر اپنی طرف سے قضائی دینے میں کمی نہیں کی حتی کہ وہ مر گیا تو اس پر کوئی شئے نہیں اور نہ ہی اس کے ذمہ فدیہ ہے۔

منہاج الطالبین للنووی میں ہے۔

من فاتہ شئ من رمضان فمات قبل رمضان القضاء فلا تدارک لہ ولا اثم

شرح منہاج میں ہے۔

فلا تدارک بالفدیۃ ولا بالقضاء

چونکہ مریضہ نے زمانہ صحت یا قدرت علی الصیام نہیں پایا۔ اس لئے اس کے ذمہ قضا واجب نہیں۔ تو دوسروں پر کیسے واجب ہوگی۔ ملاحظہ ہو سراج الوہاج شرح صحیح مسلم و سنن کبری للبیہقی و سنن ابن ماجہ وغیرہ من الکتب۔ فقط واللہ تعالے اعلم

جواب نمبر ۲

صورتِ مسئولہ میں اولیاء پر قضا واجب ہے۔ صحیحین کی روایت حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمن مات وعلیہ صوم صام عنہ ولیہ۔ (مشکوٰۃ)

اور اسی طرح صحاح مع ترمذی میں ہے، ابن عباس سے مروی ہے۔

قال جاءت امرأۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت ان امی ماتت وعلیہا صیام شہرین متتابعین قال ارأیت لو کان علی اختک دین اکنت تقضیہ قالت نعم قال فحق اللہ احق۔

امام ترمذیؒ نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے۔

من مات وعلیہ صیام شہر فلیطعم عنہ مکان کل یوم مسکینا۔

ان مذکورہ بالا احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ میت کی طرف سے اس کے اولیاء پر قضاء یا فدیہ ضروری ہے۔ رہی آیت جس سے مفتی نے عدم قضاء پر دلیل پیش کی ہے وہ مریض اور مسافر کی قضاء پر دلیل ہے نہ میت کے لئے ہے۔ اسی طرح صاحب ہدایہ وغیرہ کی عبارت جو کہ عدم قضا پر پیش کی گئی ہے وہ سب بلا دلیل باتیں ہیں۔ میت کی طرف سے اس کے اولیاء پر قضا کرنا حکم شرع ہے۔ فقط۔

محاکمہ از محدث روپڑی

فریق اول کا جواب صحیح ہے۔ فریق ثانی غلطی پر ہے۔ فریق ثانی نے جو احادیث بیان کی ہیں۔ ان میں تصریح ہے کہ میت پر روزے ہوں تو اس کے ولی پر قضا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جب بیمار اسی بیماری میں گزر گیا جس میں اُس نے روزے افطار کئے تو اُس پر روزے لازم نہ ہوئے۔ کیونکہ اس پر روزے لازم ہونے کے لئے شرط ہے کہ اُس کو تندرستی کے دن مل جائیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے فعدۃ من ایام اخر۔ یعنی اور دنوں سے گنتی پوری کرے۔ جب بیمار نے اور دن پائے ہی نہیں جن میں یہ گنتی پوری کرتا تو اس پر یہ حکم نہ لگا۔ پس حدیث کے مطابق اس کے ولی پر قضا نہ ہوئی۔ ہاں اگر اس بیماری سے تندرست ہو جاتا اور جتنے روزے اُس کے چھوٹے تھے اتنے دن یا اُس سے کم دن تندرست رہ کر کسی اور

عارضہ سے مرجاتا تو پھر ولی پر اتنے دنوں کی قضا آسکتی تھی ۔ جتنے دن تندرست رہتا ۔ مگر سوال کی صورت میں تو وہ تندرست ہوا ہی نہیں تو پھر ولی پر قضا کی کوئی وجہ نہیں ؟

عبداللہ امرتسری روپڑی

۲ جمادی الاول ۱۳۵۸ھ ۲۱ جون ۱۹۳۹ء

روزہ میں مباشرت

سوال :- ایک شخص ماہ رمضان میں اپنی بیوی سے مباشرت کرتا ہے ۔ اگرچہ دخول تک نوبت نہیں پہنچتی لیکن اسی حالت میں ہی اس کی منی خارج ہو جاتی ہے ۔ کیا اس سے روزہ میں کوئی نقص واقع ہو جاتا ہے ۔ ؟

محمد عبداللہ بی ۔ اے

سیکنڈ ماسٹر ڈی بی سکول جلال آباد غربی ضلع فیروزپور

جواب :- اپنی بیوی سے ماہ رمضان میں مباشرت کرنے سے انزال ہو جائے تو کفارہ پڑ جاتا ہے خواہ دخول تک نوبت پہنچے یا نہ ۔ کیونکہ خواہش پوری ہو گئی ۔ کفارہ پے درپے دو ماہ کے روزے ہیں ۔ اگر اس کی طاقت نہ رکھے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاوے ۔

عبداللہ امرتسری روپڑی ۲۴ شوال ۱۳۵۶ھ

کفّارہ اور اس کی صورت

سوال :- رمضان میں روزہ توڑنے پر کفارہ کیا ہے ۔ اور اس کی صورت و اندازہ کیا ہے ؟

محمد عبداللہ امام مسجد چک ۱۱ نمبر فتح ڈاکخانہ چک ۱۴ نور جہاں جیوا

ریاست بہاول پور

جواب :- حدیث میں ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا ۔ اس نے کہا هلکت یا رسول اللہ ۔ اے اللہ تعالےٰ کے رسول میں ہلاک ہو گیا ہوں ۔ فرمایا تجھے کس چیز نے ہلاک کیا ۔ کہا وقعت علی امرأتی فی رمضان ۔ یعنی رمضان میں اپنی عورت سے ہمبستری کر لی ۔ فرمایا تو ایک گردن آزاد کرنے کی طاقت رکھتا ہے ؟ اس نے کہا نہیں ۔ فرمایا دو ماہ کے روزے پے درپے رکھ سکتا ہے ؟ اس

نے کہا نہیں ۔ فرمایا کیا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے ۔ کہا نہیں ۔ پھر بیٹھ گیا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ٹوکرا لایا گیا جس میں پندرہ صاع کھجوریں تھیں ۔ آپ نے فرمایا یہ لے جا اور اپنی طرف سے صدقہ کردے ۔ کہنے لگا یا رسول اللہ ! کیا اپنے سے زیادہ محتاج پر صدقہ کروں ۔ مدینہ کے احاطہ میں مجھ سے زیادہ کوئی محتاج نہیں ۔ اس پر آپ بہت ہنسے اور فرمایا اچھا اپنے اہل کو کھلا دے ۔ اور ایک میں ہے کُلْہُ وَاَطْعِمْہُ اَھْلَکَ ۔ یعنی خود کھا اور اپنے اہل کو کھلا ۔

اس حدیث پر نیل الاوطار میں ھلکت کے لفظ پر لکھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ھَلَکْتُ (میں ہلاک ہوگیا) کے لفظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام اس نے دیدہ دانستہ کیا ہے کیونکہ ہلاک ہونے سے مراد یہ ہے کہ مجھ سے نافرمانی ہوگئی ہے ۔ اور بھول چوک نافرمانی نہیں ۔ پس بھول چوک سے ہمبستری کرنے والے پر کفارہ نہیں ۔ اور جمہور علماء اسی کے قائل ہیں ۔ امام احمد رح اور بعض مالکیہ کہتے ہیں کہ بھولنے والے پر کفارہ ہے اور یہ دلیل دی ہے کہ آپ نے اس سے یہ دریافت نہیں کیا کہ بھول کر کیا یا دیدہ دانستہ ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر صورت میں کفارہ ہے خواہ دیدہ دانستہ کرے یا بھول کر ۔

حافظ ابن حجر رح فتح الباری میں لکھتے ہیں ۔ ھَلَکْتُ کے لفظ سے معلوم ہوگیا کہ اس نے یہ کام دیدہ دانستہ کیا ہے تو پھر دریافت کرنے کی کیا ضرورت ؟ نیز نہ دریافت کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ رمضان میں دن کے وقت جماع بھول چوک سے ہونا بہت بعید بات ہے ۔

جماع اور کھانے کا حکم ایک ہے یا نہیں

بعض روایتوں میں وقعت علی امرأتی کی جگہ ان رجلا افطر فی رمضان آیا ہے ۔ یعنی ایک شخص نے رمضان میں روزہ افطار کر لیا تو اس کو آپ نے کفارہ کا حکم دیا ۔

نیل الاوطار میں ہے ۔

وبهذا استدلت المالكية على وجوب الكفارة على من افطر في رمضان بجماع او غيره والجمهور حملوا المطلق على المقيد وقالوا لا كفارة الا في الجماع

اس سے مالکیہ نے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ رمضان میں خواہ کوئی جماع سے افطار کرے خواہ کھانے پینے سے اس پر کفارہ ہے ۔ جمہور کہتے ہیں ۔ پہلی روایت میں چونکہ جماع کی تصریح ہے اس

لئے دوسری روایت میں بھی افطار سے مراد جماع کے ساتھ افطار ہوگا نہ کہ مطلق اور جمہور کہتے ہیں۔ کفارہ صرف جماع میں ہے نہ کہ کھانے پینے میں۔

کفارہ کی صورت

یہ تو ظاہر ہے کہ ہندوستان میں غلام آزاد کرنے کی صورت ممکن نہیں۔ اب پے درپے دو ماہ کے روزے رکھے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ رہا یہ کہ ایک ہی دفعہ کھلائے یا متفرق؟ اس کے متعلق نیل الاوطار میں ہے۔ ابن دقیق العید نے کہا کہ اس حدیث میں اطعام کی نسبت ساٹھ مسکین کی طرف کی ہے جس کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ یک لخت کھلائے پس اگر چھ کو مثلاً دس دن کھلائے یا ایک کو ساٹھ دن کھلائے تو یہ ساٹھ کا کھلانا نہیں۔ اور جمہور اسی کے قائل ہیں۔ اور حنفیہ کہتے ہیں کہ اگر ساٹھ مسکینوں کا تمام کھانا ساٹھ دن میں ایک مسکین کو کھلا دے تو کافی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس شخص کو فرمانا فاطعمه اهلك یعنی اپنے اہل کو کھلا دے اس پر دلالت کرتا ہے کیونکہ شخص مذکور کو ادائگی کفارہ کی صورت آپ نے یہ بتائی ہے کہ اپنے اہل کو کھلا دے۔ حالانکہ اہل ساٹھ افراد نہ تھے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ یک لخت ساٹھ کو کھلانا شرط نہیں۔

یہ دلیل صاحب نیل الاوطار نے حنفیہ کی طرف سے پیش کی ہے۔ لیکن یہ دلیل دو وجہ سے کمزور ہے ایک یہ کہ اس حدیث کی بعض روایتوں میں کله واطعمه اهلك یعنی خود کھا اور اپنے اہل کو کھلا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اپنے نفس پر کفارہ صرف نہیں ہو سکتا۔ دوم یہ کہ اپنے اہل پر صرف کرنے کے حنفیہ وغیرہ قائل نہیں۔ علاوہ اس کے اس پر کیا دلیل ہے کہ آپ کا یہ فرمانا کہ اپنے اہل کو کھلا دے یہ ادائیگی کفارہ کی صورت ہے۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ تنگی کی وجہ سے اس کو کفارہ معاف ہو یا آئندہ اس کے ذمہ ہو۔ اور ظاہر یہی ہے کیونکہ یہ ایک قسم کا قرض ہے۔ اور قرض میں اصل یہ ہے کہ وہ تنگی میں ساقط نہیں ہوا کرتا بلکہ ذمہ باقی رہتا ہے۔ جب توفیق ہو ادا کرے۔ اور یہی وجہ ہے کہ شخص مذکور سے آپ نے یہ نہیں کہا کہ آئندہ تیرے ذمہ ہے۔ کیونکہ قرض کا معاملہ واضح ہے کہ ذمہ ہو جاتا ہے۔ اور جمہور اسی کے قائل ہیں۔ حضرت عیسیٰ بن دینار رح مالکی کہتے ہیں کہ تنگی کے وقت کفارہ معاف ہے۔ اور امام شافعی رح کا ایک قول ہے کہ کفارہ معاف ہے۔ اور ایک قول جمہور کے مطابق ہے

کفارہ کا اندازہ۔ نیل الاوطار میں ہے یعنی دارقطنی میں حضرت علی رض کی حدیث ہے کہ ساٹھ مسکینوں

کو کھلائے، ہر مسکین کو ایک مد یعنی چوتھائی صاع دے۔ اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ۱۵ صاع کھجوریں لائی گئیں۔ اسی طرح دارقطنی میں ابوہریرہ رضہ کی حدیث ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ جس راوی نے ۲۰ صاع کہا ہے اس کی مراد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کل بیس صاع کھجوریں لائی گئیں اور جس نے پندرہ صاع کہا ہے اس کی مراد کفارہ کا اندازہ ہے۔

روزہ کی قضاء - منتقیٰ میں ہے۔

ولابن ماجة وابی داؤد فی روایة وصم یوما مکانه

یعنی ابن ماجہ اور ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شخص مذکور کو فرمایا کفارہ کے علاوہ اس کی جگہ ایک دن روزہ رکھنا۔

عورت پر کفارہ ہے یا نہیں

نیل الاوطار میں ہے۔ جمہور کہتے ہیں کہ عورت مرد کے حکم میں ہے اس پر بھی کفارہ ہے۔ امام اوزاعی رح کہتے ہیں کہ عورت پر کفارہ نہیں۔ اور امام شافعی رح کے دو قول ہیں۔ ایک جمہور کے موافق ہے اور ایک اوزاعی رح کے موافق ہے یہ قول[1] اصح ہے۔ دلیل اس کی یہ دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفارہ کا حکم مرد کو دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت پر کفارہ نہیں۔ اس کے جواب میں صاحب نیل الاوطار نے لکھا ہے۔

ورد بانه لم تعترف ولم تسأل فلاحاجة ولاسیما مع احتمال ان تکون مکرهة کما یرشد الی ذالك قوله فی روایة الدارقطنی هلکت واهلکت۔

یعنی عورت نے نہ اقرار کیا نہ سوال کیا پس اس کو تبلانے کی ضرورت نہ تھی خاص کر جب اس پر جبر ہوا ہو جیسے هلکت واهلکت سے معلوم ہوتا ہے یعنی میں ہلاک ہو گیا اور ہلاک کر دیا۔ اس لئے ہلاک ہونے اور ہلاک کرنے کی نسبت اپنی طرف کر دی ہے۔ اگر عورت بھی راضی ہوتی تو کہتا هلکت وهلکت یعنی میں ہلاک ہو گیا اور میری بیوی بھی ہلاک ہو گئی۔

---

[1] یعنی یہ قول امام شافعی رح سے زیادہ صحت کے ساتھ ثابت ہے اور جو قول جمہور کے موافق ہے اس کا ثبوت امام شافعی رح سے کچھ کمزور ہے ۱۲

یہ صاحب نیل الاوطار کی تقریر کا خلاصہ ہے۔ صاحب منتقی نے بھی دار قطنی کے یہ الفاظ ھلکتُ واھلکتُ نقل کرکے لکھا ہے کہ شخص مذکور کا کہنا کہ میں نے ہلاک کردیا۔ عورت پر جبر ہونے کی صورت میں ٹھیک نہیں۔ ہلاک کرنے سے مراد یہ ہے کہ میں نے اس کو گنہ گار کردیا حالانکہ جبر کی صورت میں وہ گنہ گار نہیں ——— اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی طرف سے تحریک ہوئی۔ اور وہ راضی ہوگئی اس لئے ہلاک کرنے کی نسبت اپنی طرف کی ہاں اگر اھلکت کا لفظ ھلکت کی مشاکلت سے استعمال کیا ہو۔ اور مراد اس سے جبر ہو تو پھر یہ جواب صحیح ہے۔ رہا پہلا جواب کہ عورت نے نہ اقرار کیا نہ پوچھا اور عورتوں کا حکم عموماً مردوں کا ہوتا ہے۔ اس لئے عورت کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہ تھی۔ سو یہ جواب بلاشبہ صحیح ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑ

۱۸ شعبان ۱۳۵۹ھ ۳۱ دسمبر ۱۹۴۰ء

سحری کی اذان

اس کا بیان اذان کے باب میں گذر چکا ہے۔

جانور سے وطی کا روزہ پر اثر

سوال ۔ ماہ رمضان المبارک میں بحالت صیام جو شخص چار پایہ کے ساتھ جماع کر کے روزہ فاسد کرے اس کا کیا حکم ہے۔ جیسا حنفیہ کا مذہب ہے ویسا حکم ہے یا کوئی دوسرا۔

محمد حسین چک نمبر ۲۰۷ ضلع لائل پور

جواب :۔ روزہ کے فاسد ہونے میں کوئی شبہ نہیں کیونکہ جیسا کھانے سے بالاتفاق روزہ ٹوٹ جاتا ہے خواہ وہ شے خوراک ہو یا نہ جیسے مٹی ایسے ہی جماع سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے خواہ کسی شے سے جماع ہو۔

عبداللہ امرتسری روپڑی ۷ رجون ۱۹۴۲ء

روزہ کی حالت میں ٹیکہ لگوانا

سوال:۔ کیا روزہ کی حالت میں بچے کے لئے یا بیماری وغیرہ کی وجہ سے ٹیکہ لگوانا جائز ہے۔؟

جواب:۔ روزہ میں ٹیکہ کی بابت پاکستان بننے سے پہلے امرتسر میں دیوبندی اور بریلوی حضرات میں اشتہار بازی ہو چکی ہے۔ دیوبندی جواز کے قائل تھے اور بریلوی علماء عدم جواز کے بناء اختلاف یہ تھی کہ ٹیکہ کھانے پینے میں شامل ہے یا نہیں۔ دیوبندی علماء کا خیال تھا کہ ٹیکہ کی صورت میں دوا خون میں ملا دی جاتی ہے معدہ میں نہیں جاتی۔ اور بریلوی کہتے تھے کہ کھانے پینے کے حکم میں ہے۔ کیونکہ دوا غیر طبعی طور پر معدہ میں چلی جاتی ہے۔ ہمارا رجحان بھی اسی طرف ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ کھانے پینے سے عرفی کھانا پینا مراد نہیں۔ چنانچہ حدیث میں بحالت روزہ وضو کے وقت ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا منع ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ خطرہ ہے پانی ناک کے راستہ حلق میں اُتر جائے حالانکہ عرفاً یہ پینا نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی طرح کوئی چیز معدہ میں چلی جائے اس سے روزہ کو نقصان پہنچ جاتا ہے۔ ٹیکہ میں دوا کے لطیف اجزاء کے متعلق خطرہ ہے کہ وہ مسامات کے راستہ معدہ میں آ جائیں اور روزہ خطرہ میں پڑ جائے اس لئے ٹیکہ روزہ میں نہ لگوانا چاہیئے۔ احتیاط اسی میں ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی تنظیم اہلحدیث جلد ۱۰ نمبر ۲

روزہ کی حالت میں حیض کا آنا

سوال:۔ ایک عورت نے روزہ رکھا ہوا ہے۔ صرف دن غروب ہونے میں دس منٹ باقی ہیں یا اس سے بھی کم وقت ہے اور اس کو حیض آ جاتا ہے۔ کیا وہ اس وقت اپنا روزہ افطار کر دے۔ یا دس منٹ یا کم و بیش انتظار کر کے بعد کھولے۔ اور یہ روزہ اس عورت کا شمار ہو گا یا نہیں۔

جواب:۔ اس کا روزہ ٹوٹ چکا ہے۔ باقی اب کھانے پینے میں اس کو اختیار ہے۔ جس طرح چاہے کرے۔ جب روزہ ٹوٹ چکا ہے تو قضا ضروری ہے۔ یہاں منٹوں کا کوئی حساب نہیں۔ حیض روزے کی ضد ہے دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

حیض کے روزوں کی قضائی کا وقت

سوال:- نیز ایام حیض کے قضا شدہ روزے کی قضائی کیا عید کے بعد متصل دے یا سال بھر کے اندر اندر جب چاہے قضائی دے سکتی ہے؟

جواب:- حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا ماہ شعبان میں قضائی دیا کرتی تھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت دیر سے بھی قضائی دے سکتی ہے۔ اور جتنی جلدی دی جائے بہتر ہے کیونکہ خطرہ ہے موت آجائے اور روزے ذمہ رہ جائیں۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

حاملہ و مرضعہ کے روزوں کی قضائی کا وقت

سوال:- حاملہ یا مرضعہ عورت کے روزے قضا ہو چکے ہیں۔ اور وہ بوجہ غفلت اپنے قضا شدہ روزے نہ رکھ سکی ہو تو کیا وہ اب جو تین سال کے روزے یعنی تین سال گزر جانے کے بعد اب وہ اپنے قضا شدہ روزوں کے دانے یا ایک ماہ کا حساب کر کے پیسے دے دے یا کہ وہ روزے ہی رکھے

جواب:- قرآن مجید میں فدیۃ طعام مسکین کا لفظ ہے یعنی فدیہ ایک مسکین کا ہے ہر روزے کے بدلہ میں اکٹھا دے یا روزانہ دے اس کی تشریح نہیں۔ دونوں صورتیں درست ہیں۔ اور جب اکٹھے دے خواہ دانے دے یا پیسے دے اس کا کوئی حرج نہیں۔ یہ آیت مرضعہ اور حاملہ کو اس صورت میں شامل ہے جب علی الذین یطیقون کے معنی یطوقونہ کے کئے جائیں۔ یعنی جن کے لئے روزہ رکھنا گلے کا طوق اور مصیبت ہے۔ اور احادیث سے بھی حاملہ اور مرضعہ کے لئے فدیہ ثابت ہوتا ہے اگر تھوڑے تھوڑے کر کے روزے رکھ سکتی ہے تو بہتر روزے ہی ہیں۔ ورنہ فدیہ بھی کافی ہو جائے گا۔ کیونکہ زیادہ تعداد روزوں کی اکٹھی ہو جائے تو یہ عام طور پر اتنے روزوں کی قضائی مشکل ہے۔ لایکلف اللہ نفسا الا وسعها۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

بحالت روزہ رفیقہ حیات کا بوسہ

سوال :۔ کیا بیوی سے بوس وکنار ہونے سے روزہ میں نقص پڑجاتا ہے۔

جواب :۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحالت روزہ بوسہ لے لیا کرتے تھے اس حدیث سے ظاہر ہے کہ بیوی سے بوس وکنار ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا مگر جوان آدمی کو اس سے احتیاط کرنی چاہیئے۔

قضا شدہ روزے نابالغ سے رکھوانا

سوال :۔ ایک مرد یا عورت کے روزے کسی مجبوری کی وجہ سے رہ چکے ہیں تو کیا وہ نابالغ لڑکی یا لڑکے سے قضا شدہ روزے رکھوا سکتے ہیں۔

جواب :۔ روزے قضا شدہ نہیں رکھوا سکتے کیونکہ نابالغ کا روزہ نفل ہے نفل بعینہٖ فرض نہیں بنتا مثلاً ماہ رمضان میں کوئی عمرہ کرے تو اس کو حج کا ثواب ملتا ہے لیکن حج فرض کے قائم مقام عمرہ نہیں ہو سکتا۔ حج اس کو علیحدہ کرنا پڑے گا۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

سحری اور افطاری کے لئے نقارہ بجانا

سوال :۔ سحری کے وقت جگانے کے لئے اور روزہ کی افطاری کے لئے نقارہ بجانا جائز ہے۔ یا نہیں۔ نیز الارم کے متعلق کیا حکم ہے۔

عبدالرحیم خطیب چک نمبر ۲۳ ڈاکخانہ بیریانوالہ ضلع لائل پور

جواب :۔ جہاں اذان شروع ہے وہاں اذان پر ہی اکتفا کرنا چاہیئے۔ ورنہ اذان بے کار ہو گی اس لئے حکم ہے کہ ہر محلہ میں مسجد بناؤ۔ اور اذان وہ دے جس کی آواز بلند ہو۔ اس اہتمام کو چھوڑ کر دوسرا اہتمام کرنا شریعت کی توہین ہے۔ ناقوس نصاری سے مشابہت ہے۔ نیز نقارہ ڈھول کی قسم ہے جو منع ہے رہا الارم تو کلاک کی آواز اور الارم ایک ہی ہے۔ نہ تو یہ اذان کے وقت ہے نہ یہ اذان کی طرح جماعتی اعلان

نہ ہے بلکہ انفرادی طور پر ایک شے کا استعمال ہے تو یہ ایسا ہے جیسے عام طور پر گھڑی رکھتے ہیں۔

عبداللہ امرتسری روپڑی حال لاہور ماڈل ٹاؤن سی بلاک کوٹھی نمبر ۱۱۹

۱۲ ذی قعدہ ۱۳۷۶ھ - ۱۳ مئی ۱۹۵۷ء

سحری کھائے بغیر روزہ

سوال :۔ اگر سحری نہ کھائی جائے تو روزہ ہو گا یا نہیں ہوگا۔

عبداللہ شاہ منڈسے پنڈ چک نمبر ۹۰ ڈاکخانہ خاص ضلع لائل پور

جواب :۔ سحری نہ کھانے سے روزہ ہو جاتا ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں آئے۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ! ہمیں حیس (کھجوریں۔ پنیر۔ گھی ملا کر تیار کیا ہوا کھانا) تحفہ دیا گیا۔ آپ نے فرمایا مجھے دکھلا میں نے صبح روزہ کی حالت میں کی پھر آپ نے کھانا کھا لیا (مشکوٰۃ)

اس سے معلوم ہوا کہ سحری کھائے بغیر روزہ ہو جاتا ہے ورنہ آپ روزہ نہ رکھتے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نفلی روزہ توڑ سکتے ہیں۔

عبداللہ امرتسری روپڑی از بھوریہ آصل ڈاکخانہ خاص ضلع لاہور

جنبی اور سحری

سوال :۔ ایک شخص کی آنکھ دیر سے کھلی۔ ابھی اس نے غسل جنابت کرنا ہے۔ سحری کا تھوڑا وقت باقی ہے۔ کیا وہ سحری کھا کر غسل جنابت کر سکتا ہے؟

جواب :۔ ابن ماجہ میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنبی ہوتے اور بلال رضؓ آپ کو نماز کے لئے بلاتے تو آپ اُٹھتے اور غسل کرتے پھر نماز پڑھاتے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی ضرورت سے اگر وقت غسل کا قبل سحری نہیں ملتا تو باوضو ہو کر سحری کھالے اور پھر بعد صبح صادق غسل کر کے نماز پڑھ لے روزے میں کوئی خرابی نہیں آتی۔

قے اور روزہ

سوال - کیا قے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

جواب:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس کو خود بخود قے آگئی۔ اور وہ روزہ دار تھا اس پر قضا نہیں۔ ہاں جو عمداً قے کرے اس پر قضا ہے (ترمذی ابوداؤد) ابو الدرداؓ فرماتے ہیں کہ میری موجودگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قے کی اور افطار کیا۔ اور میں نے پانی ڈالا ——— یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ عمداً قے کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور خود بخود قے آنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ کیونکہ یہ بے اختیاری امر ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی ۲۶ رمضان ۱۳۵۱ھ

مروّجہ شبینہ

سوال:۔ آج کل رواج ہے۔ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ایک حافظ یا چند حافظ قرآن مجید یکے بعد دیگرے نماز عشاء سے سحری تک ایک ہی رات میں پورا سناتے ہیں چونکہ سحری تک قرآن مجید ختم کرنا ہوتا ہے اس لئے وہ قدرے تیز پڑھتے ہیں کہ عام حالات میں لفظ سمجھ میں نہیں آتے۔ بعض مساجد میں اس کا خاص اہتمام ہوتا ہے لوگ اس کو شبینہ کہتے ہیں۔ شریعت میں اس کا کیا حکم ہے۔؟

جواب:۔ شبینہ مروجہ منع ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص تین دن سے کم میں قرآن مجید پڑھے۔ اس نے قرآن مجید کو نہیں سمجھا۔ قیام اللیل مروزی وغیرہ میں عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ ان کے شاگرد نے رات کی نماز میں قرآن مجید کچھ زیادہ پڑھنے کا ذکر کیا تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ڈانٹا اور فرمایا ھذاً کھذ الشعر یعنی اشعار کی طرح جلدی جلدی پڑھتا ہے۔ اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔

لا اعلم النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرأ القرآن فی لیلۃ ولا قام لیلۃ حتی اصبح

یعنی مجھے علم نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایک رات میں مکمل قرآن مجید پڑھا ہو یا ساری رات تک طلوع فجر تک قیام فرمایا ہو۔

جب ایک رات میں قرآن مجید کا ختم کرنا منع ہو تو اس کا اہتمام کرنا تو اس سے بھی بُرا ہوا۔ پس مسنون طریقہ اختیار کرنا چاہیئے اور بدعی طریقوں سے پرہیز رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ مقصد اللہ تعالےٰ کی رضامندی ہے اور بدعی طریقوں میں بجائے رضامندی کے اللہ تعالےٰ کی ناراضگی ہے۔ تکلیف بھی اٹھانا اور خواہ مخواہ

گنہگار بھی ہونا یہ مسلمان کا کام نہیں۔

عبداللہ امرتسری روپڑی ۲۹ رمضان ۱۳۸۴ھ

مسئلہ قضا عمری

سوال :۔ آخری جمعہ ماہ رمضان میں قبل نماز ظہر بارشادِ امام ہر نمازی اپنی سنت فجر مع فرض کے قضاء پڑھے۔ پھر چار رکعت ظہر پھر فرض عصر پھر فرض مغرب پھر فرض عشاء مع تین وتر قضا کر کے پڑھے۔ پھر چار رکعت قضا عمری جماعت ہونے کے بعد نماز ظہر بھی پڑھے یہ قضا عمری شرعاً کیا حکم رکھتی ہے؟

(سائل ولی محمد زرگر)

جواب :۔ یہ صورت مندرجہ صدر کتاب وسنت سے ثابت نہیں۔ کالعدم ثبوت بدعت ہے۔

محررہ عبدالرحمن ۲۸ رمضان ۱۳۸۵ھ

جواب محدث روپڑی

مروجہ قضا عمری نہ صحابہؓ سے ثابت ہے نہ تابعینؒ سے نہ تبع تابعینؒ سے۔ نہ چار اماموں سے پھر ایسی بات کے بدعت ہونے میں کیا شبہ باقی ہے۔ جنگ خندق میں چار نمازوں کی قضاء کی بابت جو حدیث ذکر کی ہے اس میں چار نمازوں کی قضا دی ہے۔ قضا عمری سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ قضا عمری میں خاص دن خاص وقت میں آٹھ رکعت یا بارہ رکعت یا سترہ رکعت پڑھی جاتی ہیں جن میں فاتحہ و آیت الکرسی وغیرہ پڑھی جاتی ہے۔ اس طرح اس حدیث کو جس میں دو رکعت پڑھ کر استغفار کا ذکر ہے اس کو بھی قضاء عمری سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ اس حدیث میں نہ آٹھ رکعت کا نہ بارہ رکعت کا نہ سترہ رکعت کا ذکر ہے نہ رمضان کے آخری جمعہ کا ذکر ہے نہ ظہر عصر کے درمیان ہونا ذکر ہے۔ نہ آیت الکرسی اور سورۃ اخلاص وغیرہ کی شرط ہے نہ کسی خاص گناہ سے توبہ کا ذکر ہے۔ پس اس کو قضاء عمری کی دلیل میں پیش کرنا ایسا ہوا جیسے مرزا کہتا ہے کہ میں مسیح موعود ہوں۔ دلیل یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے۔ حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام کے فوت ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ مرزا مسیح موعود ہو جائے خاص کر جب مرزا میں جھوٹے ہونے کی علامات بھی موجود ہوں۔ بھلا اس صورت میں وہ مسیح موعود کیسے بن سکتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح قضا عمری میں باتیں اپنی طرف سے بدعت ملائی گئی ہیں جو بمنزلہ جھوٹی علامات کے ہیں جن کا کوئی ثبوت نہیں جیسے

رمضان کے آخری جمعہ میں ہونا۔ ظہر عصر کے درمیان ہونا ۱۲ یا ۱۰ رکعت کا ہونا ان میں آیت الکرسی اور سورہ اخلاص وغیرہ کا پڑھنا یہ سب بنائی ہوئی باتیں ہیں۔ حدیث میں اس طرح کی نماز کا کوئی ثبوت نہیں پس یہ مردود ہے۔ حدیث میں ہے۔ من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو ردٌ۔ یعنی جو دین میں نئی بات پیدا کرے وہ مردود ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑ ضلع انبالہ
۲۷ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ۔ ۲ اگست ۱۹۴۰ء

کھانا پینا اور جماع

سوال:۔ کھانا پینا اور جماع دونوں روزہ توڑنے کے لحاظ سے ایک حکم رکھتے ہیں یا ان میں فرق ہے۔؟

جواب:۔ بخاری مسلم وغیرہ میں حدیث ہے من نسی وھو صائم فاکل وشرب فلیتم صومہ فانما اطعمہ اللہ وسقاہ۔ یعنی جو روزہ دار بھول کر کھا پی لے وہ اپنا روزہ پورا کرے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے کھلایا پلایا ہے ——— اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں ولاقضاء علیہ۔ اس کو دارقطنی نے روایت کیا ہے (منتقی مع نیل الاوطار جلد ۴) یعنی بھول کر کھانے پینے والے پر قضا نہیں ——— اس حدیث سے واضح ہوا کہ بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اور نہ ہی اس صورت میں قضا ہے۔ روزہ کے تین رکن ہیں۔ (۱) کھانا (۲) پینا (۳) جماع سے پرہیز ——— ان میں سے کوئی رکن فوت ہو جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا مگر کھانے پینے میں بھول چوک کی صورت میں معاف ہے جیسے حدیث بالا میں ذکر ہے اور جمہور علماء کا یہ مذہب ہے ——— جماع کی بابت دیدہ دانستہ اور بھول چوک میں فرق کے متعلق صراحۃً کوئی روایت نہیں آئی۔ اس لئے اس میں اختلاف ہے کہ بھول چوک کی صورت معاف ہے یا نہیں۔ بعض علماء اس کو کھانے پینے پر قیاس کرتے ہیں۔ مگر نیل الاوطار جلد ۴ میں ہے۔ وقوع النسیان فی الجماع فی نھار رمضان فی غایۃ البعد۔ یعنی رمضان شریف میں دن کے وقت جماع بھول چوک ہونا بہت بعید ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اول تو جماع دن میں ویسے کم ہوتا ہے۔ دوسرے جماع کھانے پینے کی عام شے نہیں ہے تو ایسی قلیل الوقوع شے جس میں کئی طرح کا اہتمام ہوتا ہے اس میں نسیان کا ہونا قرین قیاس نہیں۔ تیسرے جماع کا تعلق ایک اور وجود یعنی بیوی کے ساتھ ہے۔ اور

کھانے کا تعلق صرف اپنی ذات سے ہے ـــــ اس لئے جماع کو کھانے پر قیاس کرنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے ـــــ جماع کے متعلق حدیث میں کفارہ کا ذکر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفارہ کا حکم فرماتے وقت یہ دریافت نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کام دیدہ دانستہ کیا تھا یا بھول کر۔

امام احمدؒ اور بعض مالکیہ نے اس سے استدلال کیا ہے کہ اگر عمداً اور بھول چوک میں کفارہ کا فرق ہوتا تو نبی علیہ السلام اس سے دریافت فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دونوں صورتوں میں کفارہ ہے ـــــ مگر یہ استدلال کمزور ہے۔ کیونکہ حدیث میں ھلکت و احترقت کا لفظ آیا ہے یعنی جس شخص نے رمضان میں جماع کیا تھا اس نے کہا اے اللہ تعالیٰ کے رسولؐ! میں ہلاک ہوگیا اور جل گیا۔ ان الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ مجھ سے نافرمانی اور گناہ ہوگیا۔ نافرمانی اور گناہ دیدہ دانستہ میں ہوتا ہے۔ بھول چوک میں نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ اس نے یہ کام دیدہ دانستہ کیا تھا۔ اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے دریافت کرنے کی ضرورت پیش نہ آئی۔ نیز جماع میں بھول چوک ہونا بعید امر ہے۔ اس لئے آنحضرتؐ کو پوچھنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔

بہرصورت امام احمدؒ اور بعض مالکیہ کا اس حدیث سے جماع کے متعلق خاص استدلال کرنا صحیح نہیں بلکہ یہ ہے کہ اس حدیث میں اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ جماع میں بھول چوک کی صورت ہو جائے تو اس پر کفارہ ہے۔ ہاں یوں استدلال ہو سکتا ہے کہ کھانے پینے میں بھول چوک اور دیدہ دانستہ کا فرق کرنا اور جماع میں سکوت فرمانا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جماع میں بھول چوک اور دیدہ دانستہ دونوں صورتیں ایک ہی حکم میں ہیں۔ یعنی ہر دو صورت میں کفارہ ہے کیونکہ اس میں بھول چوک بعید اور نادر الوقوع ہے۔ اس لئے اس کی معافی نہیں دی گئی۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے نماز میں خواہ کلام دیدہ دانستہ کرے یا بھول کر نماز فاسد ہو جائے گی۔ کیونکہ نماز میں بھول کر کلام کرنا بعید امر ہے۔ فقہا نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ نماز کی ہیئت اور صورت کلام کے منافی ہے۔ یعنی نماز کی ہیئت اور شکل کلام سے روکتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ روزے کی حالت میں جماع کرنے پر بہرصورت کفارہ ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

۲۹ رمضان سنہ ۳۸۰ھ